کربلا سے کلوری تک

مَیں کیوں المسیح کا پیروکار ہو گیا

برکت اللہ

چشمہ میڈیا

karbalā se kalvarī tak. maiṅ kyūṅ al-masīh
kā pairokār ho gaya.
by Barkatullah

Editing, design and layout (2017) by
Chashma Media,
www.chashmamedia.org

ٹھوس شیعہ خاندان میں پرورش

میری پیدائش ایک شیعہ مسلم خاندان میں بمقام نارووال جو کہ اب مغربی پنجاب پاکستان کی حد پر ہے ہوئی۔ اِس خاندان کو لوگ اُس کی بزرگی، سنجیدگی اور مذہبی اصول کی پابندی اور رسوم کی ادائیگی کی وجہ سے بے حد عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ لوگ میرے دادا کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ تعظیماً اُن کو لفظ جناب سے خطاب کرتے تھے۔ نماز و مسجد اُن کی زندگی کا جُز بن گئی تھی۔ اگر کبھی دکان میں نہ ملیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ مسجد میں ضرور ہوں گے۔ بچپن کی ایک پرانی یاد یہ ہے کہ مَیں اُن کی گود میں بیٹھا ہوں اور وہ شام کی نماز کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں۔

میری والدہ ماجدہ اِس قدر نیک تھیں کہ بہت سی عورتوں کو یوں اُن کی قبر کے پاس دفن کیا گیا کہ اُن کے سر میری والدہ

مرحومہ کے پیروں کی جانب تھے۔ اُن کا ایک بھائی جو میرے ماموں ہوئے کربلا میں جا کر بس گئے تھے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں رسول کے نواسے حضرت حُسین کو مارا گیا تھا۔

میرے خاندان کا روزانہ کا کام کاج صبح کی نماز اور قرآنِ پاک کی تلاوت سے شروع ہوتا تھا۔ جب مَیں صرف بچہ ہی تھا مجھے سیّد شاہ صاحب کے سپرد کر دیا گیا تاکہ اُن کی مدد سے قرآن کا حافظہ کروں۔ اُن کی بیٹی نے میری بہن کو بھی قرآن پڑھنا سکھا دیا۔ دن بھر کا کام رات کی دعا کرنے کے بعد ختم کر دیا جاتا تھا۔

اسکول میں کام یابی

یہ تھا ماحول اُس گھر کا جس میں مَیں نے پرورش پائی۔ بچپن ہی سے مجھے ایک مشن اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ لیکن جلد ہی مجھے اونچے پرائمری سکول میں چڑھا دیا گیا۔ اِن دونوں سکولوں میں عیسائی تعلیم دی جاتی تھی۔ دیگر مضامین کی نسبت

کتابِ مقدّس کی تعلیم کو زیادہ اہمیت دیا جاتا تھا۔ چونکہ میرا حافظہ اچھا تھا جب مَیں پانچویں درجے میں پہنچا اِس لئے مَیں عیسائی تعلیم کی لیاقت اور معلومات کے لحاظ سے دیگر عیسائی طلبا سے کہیں بہتر تھا۔ شاید میری زندگی میں کوئی بھی ایسا سال نہ گزرا جبکہ مَیں نے کتابِ مقدّس کی تعلیم میں پہلا انعام نہ پایا ہو۔

میرے والد کا نام شیخ رحمت علی تھا۔ وہ ملنسار اور ہمدرد انسان تھے۔ اُن کا رویہ ہر مذہب کی جانب سے بہت آزادانہ تھا۔ ہندو، مسلمان اور مسیحی سب اُن کے دوست تھے۔ دوسرے فرقوں کے مسلمانوں سے بھی اُن کا کافی ربط ضبط تھا۔ اگرچہ وہ کاروباری انسان تھے پھر بھی ہر صبح قرآن اور کتابِ مقدّس کی تلاوت کرتے تھے۔ فارسی شعرا اور نثرنگار اُن کو بے حد پسند تھے۔

اِس کے برعکس میرے چچا صاحب جو اُن کے چھوٹے بھائی تھے بہت ہی کٹر شیعہ تھے جو کہ صرف قرآن اور شیعہ تفسیروں کا مطالعہ کرتے تھے۔ وہ میٹریکولیشن پاس تھے۔ یہ اُس شہر کے لئے اُس زمانے کے لحاظ سے اعلیٰ قسم کی سند تصور کی جاتی تھی۔ اُن کے کتب خانے میں بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو کہ مسیحیت اور ہندو مذہب کے خلاف تھیں۔ دیگر مسلم فرقوں کے خلاف بھی اُن کے پاس کافی کتب تھیں۔

عیسائیت کے خلاف کتابوں کا مطالعہ

جب میرے چچا نے دیکھا کہ مَیں ہر سال کتابِ مقدّس کا انعام حاصل کرتا ہوں اور بہت سی آیتیں بھی مجھ کو از بر ہیں تو اُنہوں نے مناسب سمجھا کہ میری دینی تعلیم کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ لہٰذا اُنہوں نے مجھے چند کتابیں پڑھنے کے لئے دیں۔ اُس وقت میری عمر 12 سال کی تھی۔ مَیں چھٹی جماعت میں تھا۔

سعدی اور فردوسی کا کلام بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ پس مَیں اُن کتابوں کو جو میرے چچا نے مجھ کو دیں خوب پڑھ سکتا تھا۔ ایک کتاب نے میرے اوپر بہت اثر کیا۔ اُس کا نام "زُبدۃ الاقوال علیٰ انجیل" تھا۔ یہ کتاب عیسائیت اور اسلام کا موازانہ کرکے کتابِ مقدّس کی آیات کی تردید اور تنقید کرتی ہے۔ اِس کتاب کو مَیں ہر وقت پڑھتا تھا۔ مَیں وہاں جاتا تھا جہاں عیسائی بازاروں میں منادی کرتے تھے اور اُن سے بحث کرکے اُن کو بڑی مشکل میں ڈالتا تھا۔

اُن کتابوں کے زیرِ اثر جو عیسائی مذہب کے خلاف تھیں مَیں ایک دن چراغ جلائے متی کی انجیل کو پڑھ رہا تھا۔ معلوم نہیں کون سا مضمون تھا جو مَیں پڑھ رہا تھا۔ اچانک جوش میں آ کر مَیں نے کتاب کو چراغ کی لَو میں لگا کر اُسے جلا ڈالا۔ میری والدہ یہ دیکھ کر ڈر گئیں، لیکن مَیں نے اُن کو دلاسا دیا اور بتایا کہ مَیں نے صرف انجیل جلا دی ہے۔ لیکن اُن کی آواز نے والد

صاحب کو بھی اِدھر متوجہ کر دیا۔ کمرے میں آ کر اُنہوں نے مجھ کو کافی تنبیہ کی۔ اُنہوں نے کہا، ”بتاؤ، تم کو کیسا لگے گا اگر کوئی عیسائی قرآن کو جلا دے؟“ میرے چہرے پر خوف و ڈر کے آثار دیکھ کر اُنہوں نے شیخ سعدی کا ایک قول پیش کیا، ”دوسروں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو کہ تم نہیں چاہتے کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں۔“ میرے چچا بھی کمرے میں آ گئے تھے، البتہ بڑے بھائی کے سامنے کچھ بول نہ سکے۔ لیکن بعد میں چچا نے مجھ سے کہا، ”جو کچھ بھی تُو نے کیا ہے ایک بڑا کام ہے، یہ گناہ نہیں ہے۔“

محرّم کا پُرجوش جشن

محرّم کا مہینہ شیعہ مسلمانوں کے لئے ایک پاک مہینہ مانا جاتا ہے، کیونکہ حضرت امام حُسین اِس ماہ قتل ہوئے تھے۔ ہر سال اِس ماہ سے چودہ روز قبل شیعہ لڑکے جمع ہو کر ایک جلوس شہر کی

سڑکوں پر نکالتے تھے۔ مَیں بھی نکل کر اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ اپنا سینہ پیٹتے ہوئے یہ نعرہ لگاتا تھا،

حُسین۔ حُسین۔ حُسین۔ حُسین

شہیدِ کربلا حُسین

ایک بار ہم نے لکھنو سے ایک ذاکر یعنی واقعاتِ جنگِ کربلا کا ذکرکرنے والا بلایا۔ اُس کے پاس ایک ڈنڈا تھا جس میں قریباً ایک درجن تیز چُھریاں بندھی ہوئی تھیں۔ اُس نے اِن چھریوں سے اپنے تمام شانے زخمی کر ڈالے۔ یہ دیکھ کر میرے اندر اِتنا جوش و جذبہ پیدا ہوا کہ مَیں نے چُھریاں اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے شانوں کو بُری طرح زخمی کر ڈالا۔ میرے ماموں نے زبردستی میرے ہاتھوں سے اُن کو چھین لیا۔ اِس واقعے سے مَیں اپنے جوش و خروش اور پاک بازی کے باعث مشہور ہو گیا۔

ایک عیسائی کی بے عزتی

میرے بچپن کا ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ چند عیسائی مبشر بازار میں منادی کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک یو۔پی کے مسٹر ٹامس تھے۔ وہ ایک کپڑے رنگنے والے مسلمان کی دکان کے پاس منادی کر رہے تھے کہ یک لخت رنگنے والے نے نکل کر مسٹر ٹامس کے منہ پر تھوک کر زور کا طمانچہ اُن کے گال پر رسید کیا۔ رنگ کرنے والا نہایت قومی ہیکل تھا، لہٰذا لوگوں کو اُمید تھی کہ اب لڑائی ہو جائے گی۔ کیونکہ مسٹر ٹامس بھی کافی تندرست تھے۔ لیکن اِس کے باوجود مسٹر ٹامس نے اپنا رومال نکال کر اپنے گال کو پونچھ لیا اور منادی کرنا شروع کر دی۔ مسٹر ٹامس نے رنگ کرنے والے سے کہا، ”خدا تم کو برکت دے۔“ یوں وہ منادی کرتے رہے۔

رنگنے والا چُپ چاپ اپنی دکان میں واپس چلا گیا۔ مسٹر ٹامس کے اِس رویے سے لوگ نہایت متاثر ہوئے۔ اِس واقعے نے مجھ کو سر تا پا ہلا دیا۔ کیونکہ مَیں خیال کرتا تھا کہ مسیح کا پہاڑی وعظ ایک غیر عملی تعلیم ہے جو قابلِ قبول نہیں ہے۔

ہائی اسکول میں داخلہ

جب مَیں نے آٹھواں درجہ پاس کر لیا تو مجھے ایک مشن ہائی اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ اِس اسکول میں بھی مَیں نے کتابِ مقدّس کے تمام انعامات حاصل کئے۔ طلبا اور تمام استادوں کی نظر میں مجھے مذہبی لیاقت اور علم میں نہایت قابل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن فارغ ہوتے وقت مَیں اُن جگہوں پر پہنچ جاتا تھا جہاں عیسائی منادی کرتے تھے۔ وہاں مَیں اُن سے عجیب عجیب سوالات کر کے اُن کے جلسوں کو درہم برہم کر دیتا تھا۔

گناہ کا کانٹا

وہ شہر جہاں میرا اسکول تھا اخلاقی اعتبار سے نہایت گندہ شہر تھا، لہٰذا مجھ کو بھی وہاں کی ہَوا لگ گئی۔ یہ میرا عالَمِ شباب تھا۔ یہ وہ عالَم تھا جبکہ زندگی بے حد اثر پذیر ہوتی ہے۔ اسکول اور بورڈنگ ہاؤس کی ہَوا بدی اور ناراستی سے بھری ہوئی تھی۔ ایک استاد جو کہ بورڈنگ ہی میں رہتا تھا نہایت ہی بدکار اور شرپسند تھا۔ اِس ماحول نے میری زندگی میں بدکاری کے جذبات بھر دیئے۔ اب مجھے شدّت سے اپنی کھوئی ہوئی زندگی محسوس ہونے لگی۔ اندر سے یہ آرزو بڑھتی گئی کہ اچھی زندگی کی خوبیوں کو دوبارہ پاؤں، ہاں کہ گناہوں کی معافی مل جائے۔ مَیں روزانہ نزدیک کی مسجد میں جاتا اور نماز اور دعا کرتا کہ اے خدا، تُو مجھے گناہوں سے رستگاری بخش دے اور شیطان کے ہاتھوں سے چھڑا لے۔ لیکن مجھ کو کوئی جواب

اِس دعا کا ملتا نظر نہ آیا۔ گناہ کا کانٹا میرے بدن میں ہر وقت چُبھتا رہتا، ہمیشہ میرے دل میں کھٹکتا رہتا تھا۔

والد کی تبدیلی

اب میری زندگی میں ایک تبدیلی واقع ہوئی جبکہ مَیں خوش خوش گھر واپس جا رہا تھا کہ اپنے والدین کو بتاؤں کہ مَیں درجہ نو (9) میں خوبی کے ساتھ کام یاب ہو گیا ہوں بلکہ اپنے درجے میں اول آیا ہوں۔ میرے چہرے پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے، لیکن جب مَیں شہر میں داخل ہوا تو ہر چیز پر مَیں نے ایک عجیب اُداسی اور رنج و غم کی کیفیت پائی۔

دروازے پر میرے چچا مُحسن کھڑے تھے۔ وہ مجھ کو الگ لے گئے اور مجھ سے کہا، "والد عیسائی ہو گئے ہیں، اِس وجہ سے شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ ہر شخص غم زدہ ہے۔" بات یہ ہے کہ میرے والد انجمنِ اسلامیہ کے صدر تھے۔

میری والدہ، دو بہنیں اور دو بھائی بھی عیسائی ہو گئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اُنہوں نے مجھے گلے لگا لیا۔ اُن سے ملتے ہی میرے ذہن سے تمام تفکرات اور غم کی شدت دُور ہو گئی۔ لیکن میرے چچا صاحب کمرے میں آئے اور مجھ کو الگ لے جا کر بولے، "تم اب اِس مُشرک خاندان کے شریک نہیں ہو سکتے ہو۔ مَیں تم کو گود لے لوں گا، کیونکہ مَیں تم سے اپنے حقیقی بچوں کی طرح محبت کرتا ہوں (یہ سچ ہے)۔ مَیں تم کو ایم۔اے تک پڑھاؤں گا اور تم کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" مَیں نے جواب دیا، "اگرچہ والد صاحب مسیحی ہو گئے ہیں، لیکن مَیں اُن کے پاس رہوں گا اور طور سے ہر امر میں جو کہ درست اور شرعاً صحیح ہے تابع دار رہوں گا۔"

جب میرے والد گھر آئے تو وہ مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہو گئے۔ لیکن مَیں اُن کے چہرے پر دُکھ اور تکلیف کے نشان جو کہ اُن

کے شہر والوں کے ستانے سے پیدا ہوئے تھے دیکھ کر بہت غم گین ہو گیا۔ وہ میرے اُس جواب سے جو مَیں نے پچا کو دیا تھا بہت خوش ہوئے۔

دو روز کے بعد مجھے شہر کے چند بزرگوں کی جانب سے بلایا گیا۔ میرے ہونے والے سُسر مجھ کو ہاتھ پکڑ کر وہاں تک لے گئے۔ میرے سُسر نے وہاں اُن کے سامنے قرآن شریف کی قَسم لی اور اقرار کیا کہ وہ مجھ کو ایم۔اے تک تعلیم دیں گے بشرطیکہ مَیں عیسائی نہ ہوں اور اپنے والد کی پیروی نہ کروں۔ مَیں نے اُن سے جو وہاں جمع تھے کہا، "میرا کوئی ارادہ ترکِ اسلام کا نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ارادہ اپنے عزیزوں کو ترک کرنے کا ہے جنہوں نے دینِ عیسوی کو قبول کر لیا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ اُن کا اِس میں کوئی بُرا مقصد نہیں ہے۔"

اُنہوں نے کہا، ”یہ سب درست ہے۔ ہم کو اُن کے ارادوں کی بابت تو کوئی شک نہیں ، لیکن پھر بھی ہم آرام سے نہیں بیٹھ سکتے جبکہ ہمارا صدر مُشرک ہو جائے۔ ہم پر ہر کوشش اپنے دین اور ملت کی حفاظت میں واجب ہے۔“ مَیں نے اُن سے کہا، ”مَیں یہ سن کر افسوس کرتا ہوں۔ شاید آپ مجھ کو دائرۂ اسلام میں رہنے کے لئے لالچ دے رہے ہوں۔“

نئے سرے سے حق کی تلاش

اُسی رات مَیں نے اپنے والد سے دل کھول کر باتیں کیں۔ اُنہوں نے کہا، ”مَیں نے تم کو اپنے بپتسمے کی خبر اِس لئے نہیں دی کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے امتحان میں کوئی گڑبڑ واقع ہو۔“ وہ پچھلے بیس (20) سال سے حق کی تلاش میں تھے۔ بالآخر اُن کو المسیح ہی میں حق ملا۔ وہ میرے اِس فیصلے سے جو مَیں نے اپنے حق میں بزرگانِ دین کے رُو بہ رُو کیا تھا بے حد خوش ہوئے۔

اُن کا استقلال، وقار، محبت آمیز صبر کے طریقے اور اُن کا دُکھ اُٹھانا—اِن تمام چیزوں نے میرے ذہن پر ایک ایسا نقش جما دیا کہ مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ انجیلِ شریف کا مطالعہ کروں گا تاکہ وہ چیز معلوم کروں جس نے میرے والد پر اثر کیا ہے۔

انجیل کے مطالعے میں میرے والد نے خود میری مدد کی۔ کتابیں جو اُنہوں نے مجھ کو پڑھنے کے لئے دیں اُن میں سے ایک فینڈر صاحب کی کتاب بنام "میزان الحق،" ایک ٹِسڈل صاحب کی کتاب بنام "اسلام کے اعتراض مسیحیت پر" اور امام دین کی کچھ تصنیفات تھیں۔ مَیں نے اِن کتابوں کو بڑی ہوشیاری سے پڑھا۔ اِن کتابوں نے مجھ کو قائل کر دیا کہ انجیلِ شریف مستند ہے جس میں مسیح کے سچے اقوال مندرج ہیں۔ اب صرف تین باتیں رکاوٹ کا باعث رہ گئی تھیں، یعنی الوہیتِ مسیح، کفارہ اور تثلیث۔ میرے والد نے مجھ کو چند اَور کتابیں دیں، لیکن اُس وقت یہ میرے لئے کچھ مشکل تھیں۔ مجھے

قبول کرنا پڑا کہ فی الحال مَیں یہ باتیں پورے طور پر سمجھ نہیں سکتا۔

تاہم المسیح کی زندگی کے مطالعے نے مجھ کو اِس قابل بنا دیا تھا کہ مَیں اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلوں اور مسیح کو اپنا بچانے والا قبول کروں۔ دیگر انبیا کی نسبت المسیح ہی نے اپنے قبر سے جی اُٹھنے سے گناہ پر فتح حاصل کی۔ پس صرف وہی مجھ کو میرے گناہوں سے بچا سکتا ہے۔ اِس کا مَیں در اصل قائل ہو چکا تھا۔ خاص کر صلیب میرے لئے معنی خیز بن گئی، کیونکہ اُسے صلیب پر میرے گناہوں کی خاطر مارا گیا اگرچہ وہ بے گناہ تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ خدا نے میرے گناہ اُس میں معاف کر دیئے۔ اور بپتسمے کے وقت مَیں نے شدّت سے یہی بات محسوس بھی کی—گناہوں کا ایک بڑا بوجھ میرے کندھوں سے اُتر گیا۔ مَیں اُس وقت مسرت کا بیان نہیں کر سکتا۔ وہ کیسی عجیب مسرت

تھی! اور اِس بات کے یقین سے کہ میرے گناہ معاف ہو گئے ہیں میری زندگی میں ایک چین و آرام سا معلوم ہونے لگا۔ یہ ایک بالکل نیا اور عجیب تجربہ تھا جس کا مَیں ذکر نہیں کرسکتا۔

مَیں اُس وقت بالکل جوان تھا جب مَیں نے گناہوں کی معافی اور مسیح میں نئی زندگی کا تجربہ حاصل کیا۔ جب مَیں اپنے مسیحی تجربے پر نظر کرتا ہوں جو مَیں نے اُن برسوں میں حاصل کیے تو میرا دل اُس کے شکر اور بے بہا فضل سے لبریز ہوتا ہے۔ جوں جوں مَیں عمر اور علمی لیاقت میں بڑھتا گیا میرے تجربے کا نظریہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ اِس کی حقیقت اَور زیادہ عیاں ہوتی گئی۔ میرا عقیدہ کہ صرف مسیحِ مصلوب ہی اِس ٹوٹی اور کھوئی ہوئی انسانیت کی اُمید ہے اَور بھی گہرا ہوتا گیا۔ گناہ سے چھٹکارا اور راست بازاور پاکیزہ زندگی کو حاصل کرنا صرف مسیح ہی میں ہے۔

مَیں ہمیشہ اِس بات کا شائق رہا کہ اپنا تجربہ اور اپنے خیالات مسلم بھائیوں کو بھی بتا سکوں۔ مَیں نے چند کتابیں بھی لکھی ہیں تاکہ وہ اِس صداقت کو جو مسیح میں ہے پا سکیں اور اُس خوشی اور زندگی میں میرے شریک ہوں جو کہ صلیب سے نکلتی ہے۔ اُن کے لئے میری دعا ہے کہ کاش وہ بھی اِس نجات کی خوشی کو حاصل کریں جو مَیں کر چکا ہوں۔